لقوم یتفکرون

۷۸۶

اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ (القرآن)

لا صلوٰۃ لمن لا زکوٰۃ لہ (الحدیث)

زکوٰۃ

کا

اسلامی مقصد

اسکے

صحیح استعمال ہی سے پورا ہوسکتا ہے

مؤلفہ

مولانا مولوی عبدالاحد جامعی فاضل علوم شرقیہ

نماز روزانہ فرض ہے۔ اس کا سیکھنا آسان ہے۔ زکوٰۃ سالانہ فرض اور دل چسپ ہے، اس کو بھی سیکھو!

کشمیر میں یہ مسئلہ زکوٰۃ سمجھانے کیلئے آجتک کوئی رسالہ شایع نہیں ہوا ہے چند اہل خیر دولتمند اصحاب کے اصرار پر اس معلوماتی مرتبہ کو پیش کرتے ہیں ہمارا مدعا ہے کہ وہ ان احکام کی روشنی میں اپنا مالی فریضہ ادا کرکے برکت دنیاوی اور ثواب آخرت کے امیدوار رہیں۔ مال ضایع نکریں۔ اور فقرا کی

شایع کردہ:۔ انجمن تبلیغ الاسلام کشمیر

ملنے کا پتہ: (۱) دفتر انجمن تبلیغ الاسلام۔ زینہ کدل۔ خزانچی غلام حسن شنگلو سرینگر

(۲) غلام احمد کاملی سکریٹری انشرواشاعت۔ مدرسۃ الاسلامیہ ہائی سکول سرینگر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام میں مال کا درجہ

تمدن و معاشرت میں سب سے پہلا مرحلہ دولت کا ہے۔ یہ ایک تحقیقی بات ہے کہ اسلام کے سوا دُنیا میں کسی مذہب نے آجتک مال کے رتبہ اور اس کی حیثیت کو واضح نہیں کیا۔ برخلاف اس کے عیسائیت کا تو حکم ہے کہ اہل دولت آسمان کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتے۔ یہودیت نے ایک حد تک دولت کی قدر کی ہے مگر اس کے ثمرات و فوائد کو صرف بنی اسرائیل تک محدود کر دیا اور بدھ مذہب علی الاعلان گداگر اور سائل بننے کی ہدایت کرتا ہے۔ اسی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ تینوں مذہب تمدن و معاشرت کے دشمن ہیں۔ اسی طرح باقی مذاہب کا حال ہے۔ لیکن مقدس اسلام نے مال و دولت کو معیشت انسانی کا ستون اور قوام زندگی تبلایا ہے۔ قرآنی ہدایت ہے:-

لَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيَامًا (قرآن)	تم اپنا مال بیوقوفوں کو نہ دیدو جس مال کو خدا نے تمہاری معیشت کا قوام بنایا ہے۔

مال و دولت کی اہمیت و بزرگی اور اس کی افادی حیثیت اس سے اندازہ کیا ہوگی کہ حقتعالےٰ نے قرآن حکیم میں مال و دولت کو مجیس جگہ فضل کہا ہے۔ اکیس جگہ پر اس کو لفظ خیر سے تعبیر کیا ہے اور بارہ مقام پر حسنہ اور رحمت کے الفاظ سے یاد کیا ہے اور باوجود اس کے اسلام دولت و سرمایہ کے بجائے محنت کا قائل ہے اور کسب معاش کو فرض قرار دیتا ہے۔

اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى (قرآن) انسان جو کچھ کوشش کرتا ہے وہی اسکے لئے ہے

یہ قرآنی ہدایت ہے، اور علاوہ اس کے ارشاد نبوی ہے:-

طلبُ کسبِ الحلالِ فریضۃٌ بعدَ الفریضۃ - پاک کمائی حاصل کرنا فرائض دینی کے بعد فرض ہے۔

اسلامیات کے اصول یعنی قرآن وحدیث میں ذرائع معاش "زراعت" و "حرفت" کی تلقین وتعلیم دی گئی ہے اور تجارت کی طرف تو بہت ہی رغبت دلائی گئی ہے۔ احادیث میں صنعت ودستکاری کے بے انتہا فضائل آئے ہیں۔ الکاسب حبیب اللہ کس کو یاد نہیں ہے؟ اسلام عادل امراء کی حمایت اور غرباء کی وکالت کرتا ہے اور ان کو ایک دوسرے کا ممد ومعاون بناتا ہے۔

منشاء زکوٰۃ

اسلام میں زکوٰۃ وخیرات کا مقصود یہی ہے کہ مزدور وسرمایہ دار کی کشمکش کی بنیاد ہی اکھڑ جائے اور انسانی سوسائٹی ہر قسم کی شرارت وبے چینی کے زہروں سے مصفا ہو جائے اور اسی ادا میں اسلام تقسیم دولت کا بغیر غصہ اور غلط راہی کے قائل ہے۔ ہمارے انگریزی دان بھائی جو یورپ کی ناری روشنی پر دل سے فدا ہیں اور حجازی نوری روشنی کی قدر وقیمت نہیں جانتے جن کی ناقص عقلیں ایک عجیب وجدید فلسفہ خیال کے سامنے سرنگون ہو چکی ہیں، وہ ہر مذہبی اصول کو اشتراکیت وجمہوریت کی ترازو میں تولتے ہیں۔

انہیں اچھی طرح سے جاننا چاہیئے کہ اسلام ہی درحقیقت غرباء اور امراء کی کشمکش کو ختم کرکے افراد انسانی کو بے چینی اور بغاوت کے زہر سے پاک کرنا چاہتا ہے اور بے لگام ساہوکاری اور زرکشی کو مذموم قرار دیتا ہے اس مقام پر بہت اہل علم اسلامی محور و مقرر قوت تمیز نہ رکھنے اور چند غلط فہمیوں کی بنا پر اسلام

کو عین اشتراکیت و سوشلزم کہنے لگے ہیں۔ حالانکہ ان کے مابین زمین و آسمان کا فرق ہے۔

ایک محقق عالم کو یہ اصلیت کہنے میں کوئی جھجک نہیں کہ اسلام ازم کو دوسرے ازموں (کمیونزم ہو یا سوشلزم ہو) کے ساتھ بنیادی اصول کا فرق ہے اور تقسیم مال اور تفہیم مساوات میں بھی نمایاں فرق ہے۔

اسلام شخصی دولت کو جائز ٹھہراتا ہے۔ اس شرط کے ساتھ کہ اس کا ۱/۲ حصہ ملک و ملت کے مفاد اور محتاجوں کی امداد و دستگیری کیلئے وقف ہے اس کے مقابلہ میں سوشلزم کی تعلیم یہ ہے کہ دولت شخصی کوئی چیز نہیں ہے۔ کمیونزم بھی تقریبًا اسی اصول کو کچھ "شدّ و مدّ" سے اپناتا ہے۔ ملک کی ساری دولت اور ذرائع پیداوار پر حکومت کا حق ہو اور اس پر لازم ہے کہ اس کے تمام افراد پر مساوی حیثیت سے تقسیم کر دے۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ یہ اصول انسان کو اسی کی محنت کے ثمرات سے یکسر محروم کر دیتا ہے اور یہ اصول انسانی تمدن کی تباہی کی بنیادی پتھر ہے۔ اس طرح کہ جب ذاتی دولت کوئی چیز نہیں اور کسی کو محنت کا ثمرہ نہیں ملتا۔ تو کسی شخص کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ اپنے آپ کو محنت و مشقت میں ڈالے اپنی خداداد صلاحیتوں سے اپنے طبعی رجحانات کے مطابق کام لے اور انسانوں کی مجموعی کوشش خوش حالی و فارغ البالی کی ضامن بنے۔ ان باتوں کا لازمی نتیجہ تمدن کی بربادی اور معاشرت کی تباہی کے سوا نہیں رہ سکتا۔

انسان بالطبع جہاں دوسروں کی ہمدردی و محبت کا مادہ اپنے دل میں

رکھتا ہے۔ اسی طرح اس کو اپنی ذات سے ہمدردی کا جذبہ زیادہ قوی ہے جب اس کو اپنی ہمدردی کا یوں گلا گھونٹ دیا جاتا ہے تو پھر دوسرے کے ساتھ کیا خاک ہمدردی ہو سکتی ہے؟ اس لئے یہ اصول ہی خلاف عقل و انصاف اور ناقابل قبول ہے۔

اس کے مقابلہ جو راہ اسلام نے تجویز کی ہے وہ چونکہ مرتبہ اعتدال پر ہے اور عقل و فطرت کے عین مطابق ہے۔ اس لئے وہ ہمیشہ کیلئے قابل عمل اور لائق قبول بھی ہے۔

سوچنے کے بعد تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اسلام ہی وہ پاکیزہ اور تمدن نواز مذہب ہے۔ جس نے ہمیں بتایا کہ دولت کے استعمال کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ ہم اس کو بجائے خونریزی، شرانگیزی اور جنگ و قتال کے اپنی سلامتی و راحت امن، سکون، آسائش اور اطمینان کا ذریعہ کس طرح بنا سکتے ہیں؟ یہی پاکیزہ تمدن و حسن معاشرت اور مسرت افزا حضارت سب کی خوشحالی کا حسین منظر اور پرخلوص محبت کیونکر پیدا ہو سکتی ہیں؟ اور اجتماع افراد کو مفاسد و خباثت اور شرارت و بےچینی کے زہروں سے کس طرح مصفا بنایا جا سکتا ہے؟

اسلام نے تقسیم مال کیلئے حکم "زکوٰۃ" دیا ہے اور اس کے سنہری اصول بتا دئے۔ اگر مسلمان اس فریضہ زکوٰۃ سے لاپروا ہوئے۔ دولت جمع کرکے انتہائی بخل اپنا شعار بنایا اور ہر طرح مال کے حقوق ادا کرنے سے منحرف اور لاپروا ہوئے تو وہ دن دور نہیں ہے کہ ہماری ملت غیر محسوس طریقے پر کیا شر و فساد اور خونریزی کی شکار نہ ہو جائے؟ —— ضرور ہو جائے۔

دیکھنا ہے کہ کس عشق و محبت سے ایک انسان مال کماتا ہے اور جمع کرتا ہے۔ ہر نوع ذرائع اختیار کرکے اس کام میں مصروف ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو ضرور اس محنت و کوشش کا پھل دیتا ہے۔ اگر اس نے اس مال کو "فضل اللہ" مان کر اس کے حقوق بھی ادا کئے۔ اس کو وافر زیادتی اور برکت کا وعدہ ملا ہے اور دُنیا کے تمام شرارتوں اور حوادث سے بچکر اللہ پر اس کا اجر ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ" (سورہ البقرہ)

عبداللہ ابن مسعودؓ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں تم کو وارث کا مال زیادہ محبوب ہے یا اپنا مال؟ ان کو جواب ملا کہ ہم کو اپنا ہی مال زیادہ محبوب ہے۔ آپ فرماتے تھے سوچکر جواب دیدو؟ پھر بھی جواب ملا اپنا ہی مال زیادہ محبوب ہے۔ فرمایا اپنا مال وہی ہے جو راہِ خدا میں صرف کر رہے ہو وارث کا مال وہ ہے جو مرنے کے بعد تمہاری حیثیت میں سے موجود رہتا ہے (ابن کثیر)

ویسے تو ہر مذہب نے خیرات و صدقات کی تعلیم دی ہے۔ ہندو، بدھ، جینی، مہابیری، پارسی، عیسائی اور یہودی سب ہی خیرات کو اچھا کام جانتے ہیں، لیکن اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے اپنے پیروؤں پر صدقہ و زکوٰۃ فرض اور لازم قرار دیا ہے۔

فرضیتِ زکوٰۃ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد کرتا ہے۔ یہ ارشاد ایک جگہ نہیں صاحب دُرِ مختار فرماتا ہے۔ بیاسی جگہہ قرآن میں نماز اور زکوٰۃ کا حکم باتصال ہے۔

(۱) أَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ (قرآن) نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔ یہی مومنوں کی علامت ہے۔
(۲) يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ (قرآن) وہ نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔

یہ قرآنی تاکید و تکرار زکوٰۃ کی اہمیت کے لئے کافی ثبوت ہے۔ نماز کے سوا کوئی دوسرا عمل ماسوائے زکوٰۃ نہیں ہے جس پر قرآن شریف میں اس قدر زور دیا گیا ہو۔ زکوٰۃ کا فرض ادا نکرنے والوں کو عذاب الیم کی خبر سنائی گئی ہے زکوٰۃ نہ دینا مشرکوں اور منکروں کا طریقہ فرمایا گیا ہے۔

(۱) وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ (قرآن)

اور مشرکوں پر ویل ہے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔

(۲) وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (قرآن)

اور ہرگز خیال نہ کریں ایسے لوگ جو ایسی چیز میں بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انکو اپنے فضل سے دی ہے کہ یہ بات کچھ انکے لئے اچھی ہوگی، بلکہ یہ بات انکے لئے بہت بری ہے۔ قیامت کے روز بخل کی چیز سے طوق پہنائے جائیں گے۔

(۳) وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (قرآن)

اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ہیں انہیں دردناک عذاب کی خبر دیدو۔ جس مال کی زکوٰۃ ادا نہ کیجائے اس کو کنز کہا گیا ہے۔ (ابن کثیر)

مسئلہ زکوٰۃ سمجھنا بڑا مشکل اور محنت و توفیق کا کام ہے اور اس پر عمل کرنا بڑی ہمت اور توکل علی اللہ کا شاندار مظاہرہ ہے۔

زکوٰۃ دینا اس لئے مشکل نہیں کہ مال کا خدائی حق زکوٰۃ (مال) اپنے سے جدا کرنا ہے جس نے اسلام کو دین اپنا بنایا اور سچی زبان اور دل کے یقین سے اقرار کیا وبالاسلام دیناً اس کے پاس زکوٰۃ دینا مشکل کام نہیں ہے مشکل اس لئے ہے کہ زکوٰۃ کا حقدار اور

اس کا صحیح مصرف تلاش کرنے میں اپنا وقت صرف کرنا موجودہ زمانے میں ایک بڑا کام ہے۔ زکوٰۃ دینا بڑا بے لوث کام ہونا چاہیئے۔ یہ بات اچھی طرح سمجھنی ہے کہ زکوٰۃ دہندہ کسی کا محسن نہیں ہے۔ اور وہ منت و احسان رکھنے کا حق نہیں رکھتا ہے۔ جس نے ایسی غلطی کی اس نے ایک تو اپنا ثواب سراسر ضائع کیا۔ دوسرا یہ کہ فلسفہ زکوٰۃ سے مطلق بے خبر رہا۔ اس سے زیادہ حسرت ہے کہ زکوٰۃ دیکر بھی وہ خسارے میں ہی پڑا۔ اس لئے دینے والے کی منت نہیں ہے بلکہ زکوٰۃ لینے والا ہی اس پر احسان رکھتا ہے کہ اس کو اس کے فرض سے سبکدوش کراتا ہے۔

لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُم بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ (قرآن) اپنے صدقات کے ثواب کو احسان جتا کر اور تکلیف دے کر برباد نہ کرو!

دُنیا میں امیری اور غریبی کا سلسلہ آجتک جاری رہا اور قیامت تک رہے گا یہ نظام خداوندی ہے کہ ہر درجہ اور ہر حیثیت کے آدمی عالم میں موجود ہوں۔ اپنی اپنی حیثیت کے موجب سب مختلف دوائر عمل میں کام کرتے ہیں۔ عالم ارضی کی سب رونق اسی اختلاف سے ہے۔ احتیاج ہر انسان کیساتھ وابستہ ہے۔ ہر ایک انسان کی ضرورت پوری ہونیکا انحصار صرف مال و زر پر ہے۔ اس لئے یہ مال محبوب ہے۔ زینت حیات ہے، حسنہ ہے۔ فضل و رحمت ہے۔ مال ہی تقویم معاشرت اور حسن تمدن کی اصل و اساس ہے۔ مال پاؤں ہے جس کے بل پر انسان چلتا ہے۔ مال پر ہے جس سے انسان اُڑتا ہے لیکن بہتر سے بہتر اور مفید سے مفید چیز ایسی نہیں جو ضرر کے پہلو سے خالی ہو۔ مال کا استعمال بھی اگر عقل و دانائی کے ساتھ نہ کیا جائے تو یہ بھی عذاب اور لعنت بن جاتا ہے۔ اسی سے انسان محبوب بھی بن جاتا ہے اور مردود بھی مال

ہی جنت کی فضاؤں میں پرواز کرسکتا ہے اور دوزخ کی گہرائیوں میں بھی دب کر پائمال عقوبت بن جاتا ہے۔ ہر زمانے میں بندگان خدا کی رہنمائی کے لئے اللہ کی جانب انبیاء مرسلین مبعوث ہوئے اور دنیا والوں کو مطمئن اور بشاش زندگی بسر کرنے کے آئین اور ڈھنگ بتاتے رہے۔ مگر یہ دنیائے انسانیت شر و فساد اور مصائب کی گہوارہ بنی رہی ہے۔ ہر زمانے میں نظام عالم کی برہمی کا وہی عنوان تھا کہ "غربت و امارت کی تمیز و تفریق دنیا کے حسن و جمال اور رونق انتظام کیلئے ضروری سمجھا گیا"۔ اس مقام پر کہنے کے لئے کئی باتیں ہیں یہ کہ "یکسانیت کی صورت میں کوئی دلفریبی نہیں"۔ اگر خادم و مخدوم، چھوٹا، بڑا آقا و نوکر کا دستور نہ رہتا تو لطف دنیا منغص و معدوم ہے۔

اسلام سے پہلے طاقتوروں نے کمزوروں کو پامال کر رکھا تھا۔ امیروں نے غریبوں کو عملاً غلام بنا کر ان کی زندگی اجیرن کر رکھی تھی۔ مخلوق خدا کے تمام حصص پر وہی طاقتور قابض ہو گئے تھے۔ سب کی محنت کی کمائی پر یہی طاقتور گروہ قبضہ جماتا چلا جاتا تھا۔ ظالم و مظلوم کا دور دورہ تھا۔ مذاہب کے پیشواؤں نے محسوس کیا۔ اپنے اپنے طریق پر انہوں نے اس کی تلافی کی صورتیں بھی پیدا کیں۔ مگر کوئی شافی مداوا دریافت نہ ہو سکا۔ خیرات کے جو طریقے غرباء کی امداد کے لئے سوچے گئے وہ ذلت خیز بھی تھے اور ناکافی بھی کسی نے اپنی ہی قوم کے غرباء کو امداد کا مستحق سمجھا۔ کسی نے اس قوم کے ایک ہی طبقہ کو اس کے لئے مخصوص کر دیا۔

بیسویں صدی کی موجودہ تہذیب نے دو گروہ پیدا کر دئے۔

۱۱، اشتراکیت نے چل کر یہ کہدیا کہ دولت ایک مشترکہ انسانی شے ہے جو
مشترکہ محنت سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے اس میں سب برابر کے شریک ہیں
اس طرح انفرادی حوصلہ مندی کے جذبہ کو کچلنے کی سعی کے ساتھ ایک ظلم و غارت
دوسری طرف ڈیماکریسی فیبینزم وغیرہ نے شدت کے ساتھ سرمایہ پرستی اور بینکنگ
کی ہدایت کرتے ہوئے غرباء کی امداد کی ضرورت کو محسوس کیا، مگر انفرادی بذل و
عطا اور انفرادی امداد کا طریقہ یکسر اڑا کر اسے اجتماعی صورت دینے کی سعی کی۔
مختلف اداروں میں امدادی رقوم پہنچنے لگیں جس سے ایک طرف تو شہرت
کے جذبہ نے فروغ پایا اور دوسری طرف یہ حالت ہوگئی کہ کوئی کسی کی اعانت
پر مجبور نہیں رہا۔ حالت یہاں پہنچ گئی کہ بیٹا دولت کے گہواروں میں جھول رہا
ہے اور اس کا باپ فاقوں مر رہا ہے۔ مگر اس کے پاس کوئی آئین نہیں ہے، جو
اسے باپ کی خدمت و اعانت پر مجبور کر سکے۔ یہ اس کی مرضی پر منحصر ہے دے یا نہ دے
کوئی مذہبی یا اخلاقی پروگرام اس کے پاس نہیں جو اس کو امداد والدین و اقربا اور
اعانت غربا پر آمادہ کرتا۔ بخلاف اس کے اسلام نے مال خرچنے کا نہایت
معقول انتظام کیا ہے۔ طلوع اسلام سے پیشتر ہی بات نہیں ہے بلکہ آج تک دیگر
اقوام و مذاہب میں غربا کی امداد کا کوئی منظم و معقول انتظام نہیں اسے لوگوں کی
مرضی پر چھوڑ دیا گیا جس کا دل چاہے ان کی امداد کرے اور ثواب حاصل کرے۔
اور امداد نہ کرے تو کوئی بار نہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ غافل انسان دولت جیسی
محبوب چیز کو کب اپنے سے جدا کرنے پر تیار ہو سکتا تھا۔ کبھی امر اتفاقیہ ہوا تو
اپنی مرضی کی بناء پر دیدے۔ عمر میں کسی خاص وقت پر بے قاعدگی سے دے دیتا

کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اس میں شک نہیں۔ ہمیشہ مالداروں نے دولت خرچ کی ہے مال وزر نیک کاموں میں بخیال خود خرچ کیا ہے۔ لیکن اس میں خود ان دینے والوں کو معلوم نہیں کہ ہم کس اصول کے تحت اور کیا حصہ اپنے مال کا کس حساب سے خرچ کر رہے ہیں۔ البتہ اسلام وہ پاکیزہ مذہب ہے جس نے مال دینے کے اصول و قواعد اور اجر و ثواب کا ایک خاص انداز مقرر کیا۔ ہزار۔ لاکھ کیا؟

اگر اسلامی اصول پر عمل کیا جائے تو اس سے کہیں زیادہ دولت ہر سال نکلکر غریب مخلوق اور جمہور عوام کو خوش حال بناتی رہے گی۔ کبھی کبھی حسب مرضی خود مال خرچنے کا طریقہ اڑا دیا جائے۔ اس نے جو بندوبست کیا وہ مستقبل اور دائمی مفید بندوبست ہے۔ اسلامی تعلیم و قرآنی ارشاد نے مستحقین کی ایک فہرست بتا دی ہے اور واضح کر دیا ہے کہ اولین مستحق کون ہے۔ اسلام نے اس مال خرچنے کی بے قاعدگی اور بے انتشار باقی رہنے نہیں دیا۔ ایسا نہ ہو کہ اقربا بھوکے مریں، مستحق مسافر پریشان رہیں۔ محتاج و فقراء سامنے ہیں اور ہم نے زکوٰۃ و خیرات اٹھایا اور کل رقم اپنی شہرت کے لیے کسی ادارے کو دے دی اور سمجھ بیٹھے کہ بڑا کام کیا۔ ہمارا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم صحیح اداروں کو نہ دو، بلکہ اسلامی اداروں کو قائم رکھنا ہمارا دینی فرض ہے۔

مستحقین زکوٰۃ

حضور سرور کائنات ﷺ نے حکم زکوٰۃ نازل ہونے کے وقت پر فرمادیا تھا کہ یہ صرف مالداروں سے لی جائے گی اور غرباء و فقراء کو دی جائے گی (بخاری شریف)

اَنَّ اللّٰہَ افْتَرَضَ عَلَیْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ	اللہ نے زکوٰۃ ان پر فرض کر لی، ان کے مالداروں

مِنْ اَغْنِیَائِہِمْ وَتُرَدُّ عَلٰی فُقَرَائِہِمْ" (بخاری) سے لی جائے گی اور ان کے فقیروں پر تقسیم کردی جائے گی۔

دولتمند زکوٰۃ نکالنے والے کو پہلے یہ سوچنا ہے کہ یہ مستحقین زکوٰۃ میرے جیسا انسان ہیں۔ خدا نے مجھکو مال و فضل سے نوازا۔ اور مجھے مال عطا فرمانے والے مالک نے اپنی قوم کے کمزور انسانوں اور فقیر بھائیوں کا جائے اُمید بنایا۔ یہ غریب ہیں۔ محتاج ہیں۔ قدرت نے انہیں غلامی اور احتیاج کی مصیبت میں مبتلا کردیا ہے دُنیا میں ہم مالدار لوگ ان سے بدسلوکی کرتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ کام لیتے ہیں اور ان کے ہاتھ پاؤں خرید لیتے ہیں۔ ان کی تکالیف کی پرواہ نہیں کرتے ہیں۔ ان کے دُکھ درد کا احساس ہم نہیں کرتے ہیں۔ لہٰذا وہ امداد کے قابل ہیں۔ ان کے بچاؤ اور ان کو خوشحالی کی منزل پر پہنچانے کے لئے خدائے تعالیٰ زکوٰۃ کا اہتمام کیا ہے اور عمل زکوٰۃ کو اسلام کا ایک اہم رکن قرار دیا ہے۔ کیوں نہ میں اپنا حساب کرکے اس فریضہ الٰہی (زکوٰۃ) کو اسلام کے بتائے ہوئے اُصول کے مطابق ادا کروں۔

زکوٰۃ کے مصارف

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔

زکوٰۃ و صدقات تو صرف حق ہے فقیروں اور محتاجوں کا اور کارکن ہیں جو ان صدقات پر متعین ہیں۔ اور جنکی دلجوئی کرنا منظور ہے اور غلام آزاد کرانے ہیں، اور قرض داروں کے قرضہ میں اور جہاد میں اور

مسافروں میں یہ حکم اللہ کی طرف سے مقرر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے اور بڑی حکمت والے ہیں۔

ایکٹ بالا کے ترجمہ کے تحت دیانتدار علماء کرام و مفسرین عظام نے آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے جو زکوٰۃ کے حقدار مقرر کئے ہیں۔ وہ بالترتیب نیچے ملاحظہ کیجئے۔

(۱) فقیروں اور ناداروں کو دی جائے۔ اصطلاح فقہا میں فقیر وہ شخص ہے جس کے پاس خود بھی مال ہو، لیکن قدر نصاب (حد زکوٰۃ) سے کم ہو۔ اس کے پاس ضرورت کے برابر نہ ہو اور نہ وہ کسب معاش پر قادر ہو۔

(۲) مسکینوں، محتاجوں اور ان لوگوں کو دی جائے جو نان شبینہ سے مجبور ہوں[۱۲]۔ اصطلاح فقہا میں مسکین وہ شخص ہے جو ایک دن کی خوراک یا بقدر پوشش لباس کا مالک نہ ہو بغیر سوال ایک دن بھی بسر نہ کرسکے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مسکین وہ شخص نہیں ہے، جس کو چھوارے اور کھانے کی تمنا در بدر لئے پھرتی ہو۔ بلکہ مسکین وہ ہے جو کسی سے سوال نہ کرے (بخاری شریف) یعنے جو شخص سوال سے شرماتا ہو اور شرم و حیا اس کو بھیک مانگنے کی اجازت نہ دیتی ہو ایسا آدمی مسکین ہے۔ اس کی امداد سب سے مقدم ہے۔

مسکین کے کئی قسم ہیں۔ وہ لوہار، درزی جس کو اپنی صنعت و حرفت بروئے کار لانے کے لئے سامان و ہتھیار دستیاب نہیں۔ اوزاروں کا محتاج ہے وہ صاحب تصانیف جو اپنی مفید کتاب از روئے مسکنت شائع نہیں کرسکتا۔ وہ عالم دین جو کتاب نہ ہونے کے باعث اشاعت و تبلیغ مذہب نہیں کرسکتا۔ ان

مذکورہ شخصوں کو بھی مساکین کی فہرست میں محسوب کیا جا سکتا ہے۔

(۳) جو لوگ خیرات و زکوٰۃ کا مال وصول کرنے پر تعینات ہوں ان کی تنخواہیں زکوٰۃ کے مال میں سے دیجائیں۔

(۴) زکوٰۃ کا مال ان لوگوں کو بھی دیا جائے جن کو اسلام کی طرف مائل کرنا مقصود ہو۔

(۵) غلاموں کی گردیں قید غلامی سے آزاد کرانے کے لئے بھی زکوٰۃ کا مال صرف کیا جائے۔ خواہ ان کو خرید کر آزاد کر دیا جائے یا کسی اور صورت سے مال صرف کر کے ان کو غلامی کی قید سے رہائی دلائی جائے۔

(۶) قرضداروں کا قرضہ ادا کرنے میں زکوٰۃ کے مال سے مدد دیجائے۔

(۷) راہ خدا میں جہاد کرنے والوں کیلئے ساز و سامان، ہتھیار اور ان کے ضروری مصارف زکوٰۃ کے مال سے مہیا کئے جائیں۔

(۸) مسافروں کو زاد راہ اور ضروری سامان خورد نوش وغیرہ بھی مال زکوٰۃ سے دیا جائے۔

سوال و جواب

سوال :- کیا ایک ہی مستحق رشتہ دار یا مستحق فقیر کو چار، پانچ سو روپیہ حق اللہ دینا اچھا ہے یا سینکڑوں فقیروں کو تھوڑا تھوڑا زر زکوٰۃ دینا اچھا ہے؟

جواب :- ایک ہی غریب رشتہ دار کو خوشحال بنانا اور اس کو زیادہ دینا

زیادہ اچھا ہے۔ رسول اللہ فرماتے ہیں۔ خَيْرُ الصَّدَقَةِ عَنْ ظَهْرِ غِنًى وَ
مَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ۔

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ " (قرآن)	یہ بھی نیکو کاری ہے کہ اپنے محبوب مال کو رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں مسافروں، سائلوں اور غلاموں کے

چھڑانے میں صرف کیا جائے۔

سوال :۔ کیا زکوٰۃ پیسہ پیسہ دینا ادا ہوتا ہے؟

جواب :۔ ٹکہ ٹکہ بانٹنے کے بجائے کم سے کم ایک دن رات کے لئے مسکین سائل کی احتیاج پوری کی جائے۔

سوال :۔ کیا گھر گھر اور بازاروں میں نہ پھرنے والے شخص و مساکین جو ظاہری لباس میں اچھے ہوتے ہیں، زکوٰۃ کے مستحق ہیں؟

جواب :۔ اصل میں وہی لوگ وہی فقراء زکوٰۃ و صدقات کے زیادہ حقدار ہیں جو گھروں میں بیٹھکر از روئے حیا و غیرت کسی سے سوال نہیں کر سکتے ہیں۔
اللہ تعالے فرماتا ہے :۔

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا (قرآن)	زکوٰۃ فقراء کو دو جو تنگدست ہیں روزی کی تلاش کیلئے سفر نہیں کر سکتے۔ لوگ انہیں دولتمند سمجھتے ہیں، لیکن ان کے چہروں پر افلاس کی علامتیں نمایاں

ہوتی ہیں۔ وہ کسی سے سوال نہیں کرتے۔

بزبان وحی اس آیت میں فقراء مستحقین صدقات و زکوٰۃ کی وضاحت ہوئی۔ ظاہری حالت یعنے از روئے لباس وہ دولتمند دکھائی دیں۔ حقیقتاً وہ محتاج و مضطر ہوں گے۔ مالدار لوگوں پر بسلسلہ زکوٰۃ و صدقات ایسے حقداروں کو تلاش کرنا ہے، دولتمندوں پر ان کا احسان ہے۔ اگر وہ ان کی زکوٰۃ لیکر ان کو اس فریضہ کی ادائیگی میں معاون و مددگار ثابت ہوں گے۔

سوال :۔ کیا شرح ذیل یا قرضہ کے روپیہ پر زکوٰۃ دینی ہے۔ حالانکہ یہ روپیہ یا یہ مال مالک کے پاس نہیں ہے؟

جواب :۔ قرض کے تین اقسام ہیں (۱) نقد روپیہ بطور دستی قرضہ دیدینا جس کی واپسی بھی یقینی ہو یا عندالطلب فوراً قبضہ میں آئے۔ یہ قرضہ اگر نصاب کے برابر ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ یہ نقد روپیہ اگر سال میں کسی مدت کو دوسرے کے قبضہ میں بھی رہے وہ قبضہ مالک ہی کا قبضہ متصور ہوگا۔ سال گذرنے پر اس کی زکوٰۃ ادا کرنی ہے۔ (۲) دوسری قسم سوداگری کا مال کسی کے ہاتھ اتنی قیمت میں بیچا جس پر زکوٰۃ واجب ہے، لیکن قیمت دو تین سال میں آہستہ آہستہ یا باقساط ادا کرنی ٹھہری۔ نقد قیمت نہ ملی۔ اس قسم کا حکم یہ ہے اگر قیمت دو سال کے بعد یکمشت وصول ہوئی تو دو سال کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔ یا اگر ایک سال گذر کر آہستہ آہستہ وصول ہونے لگا، جتنا روپیہ قبضہ میں آتا رہا۔ اسی اسی رقم کی زکوٰۃ ادا کرتا رہے گا۔ اس صورت بالا میں جو رقمیں یا مال قبضہ میں نہیں ہیں۔ اس کی زکوٰۃ ادا کرنے میں گنجائش ہے۔ (۳) تیسری قسم مہر کی رقم ہے۔ یہ بھی قرضہ ہے۔

مهر المرأۃ دین علیٰ زوجہا مقدم علیٰ سائر الدیون ۱۲	رقم مہر خاوند پر قرضہ ہے اور دوسری تمام قرضوں پر فائق ہے

یہ رقم عورت کے قبضہ میں آکر پورے سال اس کے قبضہ و اختیار میں رہے۔ اور نصاب کے برابر ہے سال گزرنے پر اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ اگر مہر برائے نام ہے، ادا نہیں ہوتا ہے۔ اس پر کوئی زکوٰۃ نہیں ہے

سوال :۔ ایک تاجر کے پاس دس ہزار کی مالیت نقد و جنس ہے لیکن اس سے زائد رقم کی دادنی بھی ہے۔ اس پر زکوٰۃ واجب ہے؟

جواب :۔ زکوٰۃ اس پر واجب نہیں ہے۔

ومن کان علیہ دین یحیط بمالہ فلا زکوٰۃ علیہ ۱۲ ھدایۃ	جس کا قرضہ اس کے مال کے برابر یا حیثیت سے فاضل ہو۔ اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

سوال :۔ اگر حیثیت مال قرضہ سے زائد ہو، کیا اس زیادتی پر زکوٰۃ ہے؟

جواب :۔ زیادتی مال پر زکوٰۃ ہے۔ بشرطیکہ زیادتی اخراجات ذاتیہ سے بڑھ کر نصاب کے برابر ہو۔

وان کان مالہ اکثر من دینہ زکی الفاضل اذا بلغ نصابا ۱۲ ھدایۃ فقہ	اگر اس کا مال قرض سے زیادہ ہو اس زیادتی پر بشرطیکہ نصاب زکوٰۃ ہے۔

سوال :۔ صاحب زکوٰۃ شخص نے اگر ایک سال زکوٰۃ کی وجہ سے ادا نہ کی دوسرے سال بھی اسی طرح ہوا گیا وہ دو سال کا حق اللہ از زکوٰۃ

دفعۃً ادا کرے گا؟

جواب :- زکوٰۃ سال اول واجب ہے۔ دوسرے سال کی زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

لَا یَجِبُ اِلَّا زَکٰوۃُ الْحَوْلِ الْاَوَّلِ دُوْنَ الثَّانِیْ لِاَنَّہٗ کَانَ عَلَیْہِ اَدَاءُ جُزْءِ الْمَالِ فَاِذَا کَانَ جُزْءٌ مِنْہُ مَشْغُوْلًا بِالزَّکٰوۃِ لَمْ یَبْقَ الْبَاقِیْ نِصَابًا انتہیٰ تنقیح الفتاویٰ ۱۲

سوال :- زائد از استعمال اسباب خانہ و آرائش خانہ اور زائد مکانات و دوکانات کی مالیت پر کیا زکوٰۃ واجب ہے؟

جواب :- مکانات و دوکانات اور اشیائے منقولات اگر بہ نیت تجارت نہیں خریدے ہیں یا نہیں بنائے ہیں۔ ان پر زکوٰۃ نہیں۔ البتہ اگر آمدنی بڑھانے کی نیت سے منقول یا غیر منقول جائداد بنائی گئی تو آمدنی زکوٰۃ واجب ہے۔

وَاَمَّا الْعُرُوْضُ فَاِنَّمَا یَجِبُ فِیْہِ الزَّکٰوۃُ اِذَا کَانَتْ لِلتِّجَارَۃِ اِذَا بَلَغَ قِیْمَتُہَا نِصَابًا وَکَشْتَرطَ فِیْہِ التِّجَارَۃ ۱۲	خانہ اسباب پر تب ہی زکوٰۃ ہے جب تجارت کی غرض ہو۔ اس کی قیمت نصاب کے برابر ہو۔ اس کے

بغیر نہیں۔

سمرہ ابن جندب ایک صحابہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ ہمکو صدقہ نکالنے کا حکم تب ہی کرتے تھے جب ہم نے خرید و فروخت کے لئے کچھ جائداد حاصل کر لئے (ابو داؤد) اسی طرح اگر مکانات و دوکانات اور دوسری منقولہ

چیز ہیں اپنے قبضہ اور ملک میں ہیں - کرایہ پر نہیں دئے ہیں اور اس میں تجارت کی نیت بھی نہیں ہے - اس صورت میں زکوٰۃ بھی نہیں ہے (مجمع البرکات)

سوال :- ایک شخص گاؤں یا شہر میں سکونت کرتا ہے - اس نے چند مکانات و دوکانات یا زمین شہر کے کسی حصے میں خریدے، اس کی نیت اپنی آمدنی بڑھانے کی ہے - کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہے؟

جواب :- آمدنی کرایہ کی جو بھی رقم اس کے قبضہ میں آتی رہے گی اور نصاب کے برابر ہے - اس رقم پر زکوٰۃ واجب ہے -

سوال :- جو اسباب و سامانِ بجلی کا سامان، فروش، سایہ بان، مس کے برتن اور سونا، چاندی کا سامان اگر بہ نیت تجارت و کاروبار اور بہ نیت کرایہ کشی رکھا گیا، کیا اس پر زکوٰۃ ہے اور کس حساب سے ہے؟

جواب :- ایسے سب قسم کے مال پر موجودہ قیمت کے موجب زکوٰۃ واجب ہے بشرطیکہ نصاب کے برابر ہو -

وَالْمُعْتَبَرُ فِی الْعُرُوْضِ لِلتِّجَارَۃِ نِصَابُ وَرِقٍ أَوْ ذَهَبٍ ۱۲ الکنوز الحقائق

واما العروض فانما تجب فیه الزکوٰۃ اذا کانت للتجارۃ اذا بلغ قیمتها نصابا من الفضۃ او الذهب ویجب فیها ربع العشر من قیمتها ۱۲ ارکان	سامان کی زکوٰۃ ادا کرنے میں سونا چاندی کا نصاب ہے - لیکن اس کی قیمت کا چالیسواں حصہ بطور زکوٰۃ دینا واجب ہے -

(مسئلہ) اگر کسی نے ایک بھاری یا کم رقم کسی مستحق اور مفلس رشتہ دار کو بطور قرضِ حسنہ دیدی - اس رقم پر تب تک زکوٰۃ نہیں جب تک کہ وہ رقم

اس کے قبضہ میں پھر آئے۔ رقم قبضہ میں آگر زکوٰۃ دینی ہے۔

فصلوں، پھلوں، ترکاریوں کی زکوٰۃ

سوال:۔ زمیندار کے ہاں زمین ایک مالیت ہے، کیا زمین کی آمدنی پر بھی زکوٰۃ ہے؟

جواب:۔ زمین کی پیداوار پر زکوٰۃ دینے کی چند صورتیں ہیں (۱) اگر زمین بارانی ہے اور قدرتی نہروں سے بلا کسی لگان کے سیراب ہوتی ہے، تو اس کی زکوٰۃ اس کی پیداوار کا دسواں حصہ (عشر) ہوگی۔ اگر زمین کو سرکاری نگرانی کے تحت چشموں، نہروں، ٹیوب ویل کے ذریعہ سے پانی ملتا ہے جس پر آبیانہ ادا کرنا پڑتا ہے تو بیسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔ جس زمین میں مویشی کے لئے گھاس یا فصلیں بوئی جاتی ہیں، ان فصلوں یا گھاس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ ذاتی خرچ کے لئے سبزیاں اور ہر قسم کی ترکاریاں جو کاشت کیجاتی ہیں ان پر زکوٰۃ نہیں۔ البتہ جو فصلیں محض فروخت اور کاروباری نیت سے کاشت کی جاتی ہیں اور اس کی فصلیں بیچی جاتی ہیں، جیسے تربوزے، خربوزے۔ پیاز، لال مرچ وغیرہ۔ ان سب میں زکوٰۃ دینی ہے۔ اس کی نصاب کے لئے کوئی نص صریح نہیں ہے۔ البتہ نصاب کی سہولت باون روپے کی قیمت تصور کرنے میں احتیاط مانا گیا ہے۔ یعنی باون روپیہ سے زائد فروخت شدہ پر زکوٰۃ ادا کرنے کا حساب رہے گا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ كُلُوا مِن ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ | اس کے پھل سے کھاؤ جب وہ پھل لائے

وَاٰتُوْا حَقَّہٗ یَوْمَ حَصَادِہٖ	اور اس کے کاٹنے کے دن اس کا حق دو۔ یہ حق

حق اللہ (زکوٰۃ) ہے۔

(مسئلہ) اگر کوئی شخص زمین کا مالک تو ہے لیکن زمین کو خود کاشت نہیں کرتا۔ بلکہ حصہ پر یا کرایہ پر دوسروں سے کاشت کراتا ہے۔ اس کی پیداوار زمین وہی غلہ یا روپیہ سمجھا جائے گا جو وہ وصول کرتا ہے۔ اگر سرکاری لگان خود ادا کرتا ہے تو اس سے وہ زر لگان منہا کرکے اگر نصاب (بیس من پختہ) غلہ یا باون ۵۲ روپیہ سے زیادہ آمدنی ہو تو اس پر زکوٰۃ اسی متذکرہ بالا کے حساب سے ادا کرنی ہوگی۔

مویشی پر زکوٰۃ

جو مویشی زمیندار لوگ اپنی ذاتی ضرورت کے لئے رکھتے ہیں۔ دودھ دینے کے لئے گائے، قلبہ رانی کے لئے بیل۔ سواری کے لئے گھوڑا۔ بیوپاری ذاتی لباس بنانے کے لئے بھیڑ یا دنبے، اس پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔ البتہ جب مال نصاب کے برابر ہو۔

نیز جہاں جہاں گذارہ معاش مویشیوں پر ہی ہو، جیسے بکر وال قوم یا گوجر قوم کا مال مویشی یا تجارت کی غرض سے بھیڑ بکریوں کے ریوڑ جو بکر والوں اور ٹھیکہ دار قصابوں کے پاس ہوتے ہیں۔ سال گذرنے پر ان پر زکوٰۃ واجب ہے۔ اس مال مویشی کا نصاب بنص شرعی مبیّن ہے۔

اقسام مویشی	نصاب	شرط	قدر زکوٰۃ جو سال بسال ادا کرنی ہے۔
اونٹ	۵ اونٹ راس	جب چھ ماہ سے زائد وقت کو میدان میں چریں	فی پنج ایک بھیڑ - ۲۵ کی تعداد ہونے پر اونٹ کا بچہ
گھوڑے	نصاب نہیں	جب تجارت کیلئے ہوں	ہر گھوڑے پر ۱/۴۰ واں حصہ
گائے بھینس	۳۰ راس	″	ایک بچہ بعمر زائد از ایک سال
بھیڑ بکری	۴۰ راس	″	ایک راس ۱۲۰ تک - ۱۲۱ کیلئے ۲ راس ۲۰۱ کیلئے ۳ راس - ۳۹۹ تک ۴۰۰ کیلئے ۴ راس - اس کے بعد فیصدی ایک راس بعمر زائد از سالی

(اس سے زیادہ تفصیلی واقفیت مطلوب ہو، تو آپ دریافت کر سکتے ہیں)

پتہ:- دفتر انجمن تبلیغ الاسلام سرینگر، مولوی عبدالاحد جامعی جامع مسجد

کرایہ مکانات وزمینات پر زکوٰۃ

مکانات وزمینات کے کرایہ پر تب ہی زکوٰۃ واجب ہے جب ان کی سالانہ آمدنی باون روپے سے زیادہ ہو۔ تو زکوٰۃ بحساب اڑھائی روپے فی سینکڑہ ہوگی۔ رہائشی مکان یا بے آمد مکانات وزمینات سے کوئی زکوٰۃ نہیں نکالنی ہے۔

ملوں، کارخانوں اور انڈسٹریوں پر زکوٰۃ

کسی مل، کارخانہ یا انڈسٹری پر سرمایہ لگا کر کام چلانا اور آمدنی کو کوئی ذریعہ پیدا کرنا، تو ایسی صورتوں میں بھی سرمایہ پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔

ان تمام صورتوں میں حساب سالانہ کر کے اصلی فروخت یا اصل سرمایہ

(اصل زر) پر زکوٰۃ ہوگی۔ اگر اس لگے ہوئے سرمایہ میں کچھ حصہ بطور قرضہ حاصل کیا ہے تو وہ حصہ قرضہ زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہوگا۔ اور اس حصے کو منہا کرکے بقیہ سرمایہ کو سال گذرنے پر بحساب ڈھائی روپیہ فیصدی زکوٰۃ ادا کریگا کل سرمایہ سے اخراجات اور ملازمین کی تنخواہات و کرایہ خرچ مرمت مشین منہا کرکے بقیہ سرمایہ کی زکوٰۃ بحساب مذکورہ ادا کی جائے گی۔

مال تجارت پر زکوٰۃ

مال تجارت پر حدیث و قرآن اور مسلمانوں کے تعامل سے زکوٰۃ ہے۔ مفسر قرآن حضرت علامہ مجاہد علیہ الرحمہ مال تجارت کی زکوٰۃ اس آیت سے ثابت فرماتے ہیں۔

وَاَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ" جو کچھ تم اپنی پاک کمائی کرتے اس سے خرچ کرو۔

ایک شخص کی دوکان میں پچیس ہزار کا مال ہے۔ منجملہ آں دس ہزار کا مال نفع پر فروخت ہوا۔ یہ دس ہزار کا نقد میں تبدیل ہو گیا اور اس دس ہزار پر زکوٰۃ واجب الادا ہے۔ باقی پندرہ ہزار پر نہیں ہے۔ اسی طرح جو مال جنس بند پڑا رہا اور فروخت نہیں ہوا۔ بعض فقہا کے نزدیک نامی نہیں کہلا سکتا۔ یہ مسلمہ امر ہے کہ مال تجارت بعض وقت ایک طویل مدت تک بغیر نفع دینے کے پڑا رہتا ہے۔ اس لئے ایسے مال تجارت پر جو سال میں فروخت نہیں ہوا، زکوٰۃ نہیں ہے۔ جب ہی وہ مال فروخت ہوگا تب ہی زکوٰۃ دینی واجب ہے۔

وَاِنَّہٗ لَمْ یَبِعْ ذٰلِکَ الْعَرْضَ سِنِیْنَ لَمْ یَجِبْ عَلَیْہِ فِیْ شَیْءٍ مِّنْ ذٰلِکَ	اس نے کئی سال تک اس سامان سے کچھ بھی فروخت نہیں کیا۔ اس سامان پر زکوٰۃ

العُرض نصاب زکوٰۃ وطال زمانہ فاذا باعہ فلیس علیہ الا زکوٰۃ واحدۃ۔ ۱۲ زرقانی	واجب نہیں ہے۔ اس کا وقت سامان پڑا پڑے رہتے لمبا ہوگیا۔ پس وہ اسی کی حفاظت کرتا رہا اس پر ایک زکوٰۃ ہی واجب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ ادا کرنے کا جو اصول مقرر فرمایا ہے۔ اسی پر قائم رہ کر حق اللہ ادا کرنا ہے۔

مذکورہ طریقہ بھی اہل تجارت کے لئے باعث بچاؤ ہے۔ گو یہ امام مالک علیہ الرحمہ کا مذہب ہے۔ دیگر ائمہ کے ہاں بہ نیت سوداگری جو مال خرید اگیا اس پر در ہر حال زکوٰۃ واجب ہے خواہ فروخت ہوجائے یا کسی وقت کے لئے بہ نیت منافع حاصل کرنے کے پڑا رہے۔

دوکاندار اور تاجر کیلئے

فقہا کرام نے مال تجارت پر کئی طرح سے بحث فرمائی ہے اور صورتیں ترتیب دی ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ ایک مخصوص سرمایہ تجارت پر لگایا۔ کل مال فروخت نہیں ہوا۔ جو حصہ فروخت ہوا سال گذرنے پر اس پر ۲½ فیصدی کے حساب سے حساب لگا کر زکوٰۃ واجب ہے۔ جو حصہ وصول اور زیر قبضہ نہیں آیا اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

دوسری صورت یہ ہے۔ سال میں سارا سرمایہ وصول ہوتا گیا اور تجارت پر لگتا گیا۔ سال میں یہ گردش کئی دفعہ ہوتی رہی۔ اس صورت میں اصل سرمایہ پر جو اس نے ابتدائی سال کام پر لگایا ہے۔ بحساب ۲½ فیصدی زکوٰۃ ادا کرے۔

تیسری صورت یہ ہے۔ کہ سرمایہ کارخانہ چلانے پر دفعتہً لگایا۔ جیسے مشین یا کوئیل یا گاڑیاں یا کشتیاں خرید کیں۔ سال گذرنے پر اصل زر کی زکوٰۃ تو واجب الادا ہے۔ زرمنافع پر بھی پورا سال گذرنے پر زکوٰۃ واجب ہے بشرطیکہ وہ زر نفع قابل نشوونما ہو جو زرمنافع نفس پر خرچ ہوا۔ نہ اس کا حساب ہے نہ اس پر زکوٰۃ ہے (خلاصہ معتبرات فقہیہ)

قرضہ یا شرح ذیل

اس کی شریعت میں تین صورتیں ہیں۔ قوی[۱] و وسط[۲] و ضعیف[۳]۔ بحوالہ خلاصۃ الفتادی کتاب الزکوٰۃ۔

قوی[۱]۔ وہ قرضہ جو آتا جاتا ہے یا بدل مالی تجارت عینا قبضہ میں بطور نقدیا جنس آتا ہے گا۔ تو اس میں سے بحساب ۱/۴۰ زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

وسط[۲]۔ مال کے بدلے وہ چیز آتی ہے جس کی تجارت نہیں ہو سکتی۔ اس موقعہ رقم قرضہ پر قبضہ کرکے زکوٰۃ ادا کرنے کیلئے مامور کیا جائے گا۔ اگر یہ قرضہ سال کے بعد یکمشت آیا تو ایک سال کی زکوٰۃ اگر دو سال کے بعد یکمشت آیا۔ تو دو سال کی زکوٰۃ دینی ہوگی۔ بصورت عدم تعین رقم وصول شدہ رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

ضعیف[۳]۔ جیسے مال مہر مثلاً جب اس رقم کے سے دو سو قبضہ میں آئیں اور ان دو سو پر پورا ایک سال گذرے تب اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ ۱۲ خلاصۃ الفتادی۔

نقدی و زیورات پر زکوٰۃ

سونا یا چاندی، سکہ ہو یا ڈھلی۔ کاغذی نوٹ ہو۔ اپنے قبضہ اختیار میں ہو یا کسی جگہ

امانت کے طور جمع ہو۔ ان تمام صورتوں میں زکوٰۃ واجب ہے۔ جڑاؤ دار زیورات پر زکوٰۃ نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اس کے ہمراہ ایک لڑکی تھی جس کے ہاتھ میں رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے سونے کے کڑے دیکھے فرمایا۔ کیا ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ اس نے عرض کیا۔ نہیں۔ تو حضور نے فرمایا کیا قیامت کے دن یہ آگ کے کڑے ہوں؟ حضرت ام سلمہؓ سے رسول اللہ نے فرمایا جو چیز نصاب زکوٰۃ کو پہنچ جائے اور اس کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے۔ تو وہ پاک ہو جاتی ہے۔ دو حدیثیں سنن ابو داؤد میں درج ہیں۔

ذیلی صورتوں میں زکوٰۃ مت دیجئے:-

(۱) غنی و مالدار شخص کو۔ نصاب زکوٰۃ کا مالک شرعاً غنی کہلاتا ہے۔

(۲) تعمیر مسجد کرنے میں پُل اور کنواں یا گھاٹ یا بندرگاہ بنوانے میں۔

(۳) لاوارث کے تکفین و تدفین میں۔

(۴) مُردہ کے ذمہ جو قرضہ ہے اس کے ادا کرنے میں۔

(۵) باپ، ماں، دادا، نانی، پر دادا، پر نانی کو الیٰ الاعلیٰ۔

(۶) اپنے سلسلہ اولاد کو۔ بیٹا۔ بیٹی الیٰ لا سفل۔

(۷) شوہر اپنی بیوی کو، بیوی اپنے شوہر کو زکوٰۃ نہیں دے سکتی ہے۔

(۸) ایسے نابالغ بچہ کو جس کا باپ مالدار ہو۔

(۹) بنی ہاشم یعنی اولاد سیدۃ النساء فاطمہؓ اولاد علیؓ۔ اولاد عباسؓ۔ اولاد عقیلؓ۔ اولاد حارث ابن عبد المطلب کو۔

۱۰۔ منکر دین اور کافر کو زکوٰۃ کا مال دینا ناجائز ہے۔

زکوٰۃ کے تمدنی فوائد

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :۔

وَاللّٰہُ فَضَّلَ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ فِی الرِّزْقِ فَمَا الَّذِیْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّیْ رِزْقِہِمْ عَلٰی مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُہُمْ فَہُمْ فِیْہِ سَوَآءٌ (النحل)	خدا ہی نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر روزی میں کمی بیشی عطا کی ہے۔ لہٰذا جن کو رزق میں برتری ملی ہے اپنے زیردستوں

کو اسلئے نہ دیں گے کہ کہیں سب آپس میں برابر نہ ہو جائیں۔ اور نتیجۃً خادم و مخدوم ایک ہونے سے نظام فطری بدل جائے۔ جس کی وجہ سے شیرازۂ تمدن بکھر جائے۔

نظام تمدن اختلاف حالت پر مبنی ہے۔ فرض کرو اگر سب آدمی سب حالات و کیفیات میں مساوی ہوں۔ تو کیوں کوئی حاکم اور کوئی محکوم ہو، کیوں کوئی محتاج اور محتاج الیہ ہو۔ کیوں کوئی مالک اور کوئی کرایہ دار۔ آخر کیا وجہ ہے کہ کوئی دوسرے کی خدمت کرے؟ دنیا کے مکانات کیسے تعمیر ہوں؟ رہائشی مکان، لباس و غذا، اسباب معیشت کہاں سے مہیا ہو؟ انسانوں کو چوروں اور بدمعاشوں کے شر سے محفوظ رہکر امن و سکون کی زندگی کیسے نصیب ہو؟ غرض یہ کہ یہ مسئلہ پولیٹیکل اکانمی (سیاست مدن) کا ایک معرکۃ الآرا مسئلہ ہے۔ غور کرکے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں جو دل خوش اور تسکین پسند اور مزدور نواز حل پیش ہوئے ہیں۔ ان میں کتنا شر و فساد چھپا ہوا ہے اور دنیا کے لئے عملاً محال ہے۔ صرف اسلام کا موقف فطرت کے عین مطابق ہے۔

غرباء نوازی۔ اور مساویانہ سلوک

نبی ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اے مسلمانو! اللہ تعالےٰ نے تم پر صدقہ وزکوٰۃ فرض کیا جو تمہارے مالداروں سے وصول کرتا ہے۔ اور فقراء امت پر خرچ کرتا ہے۔ اور مسلمانوں نے یہ حکم مان لیا۔ متفق علیہ ابوبکر صدیقؓ اعلان فرماتے ہیں کہ جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرتا ہے۔ میں اس کے ساتھ جہاد کروں گا۔ بیشک زکوٰۃ مال کا حق ہے۔

غریبوں اور مستحقین کو مدد کرنے کے لئے اور ان کو کام دینے کے لئے جگہ جگہ اسلام نے تاکید کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم کا وعدہ دیا ہے۔ ھَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ۔ قرآن فضل و احسان اور رحم و رأفت کے لئے صاحب مال افراد کو آمادہ کرتا ہے۔ اس کے نہ کرنے پر وعید و عذاب آیا ہے اور پیغمبر اسلامؐ نے ایک حکیمانہ انداز میں سے مال زکوٰۃ میں سے فقراء و غرباء کے لئے ایک حصہ مقرر کیا ہے۔ بلکہ زکوٰۃ حاصل کرنے والوں کو بھی ہدایت تھی۔ کہ زکوٰۃ دینے والوں کے پاس محتاجوں کے لئے ایک حصہ رہنے دیا جائے۔ تاکہ وہ خود بھی مستحق غرباء کو پہنچائیں۔ (مشکوٰۃ)۔

اگر مسلمان جگہ جگہ سچے دل کے ساتھ اسلام کے تجویز کردہ حکم بر زکوٰۃ کے بارے میں پابند رہیں اور عمل کریں۔ تو یقین ہے کہ ایک محدود وقت کے اندر ملک سے رسم سوال ہی اٹھ جائیں گی۔ اگر امراء عدل و انصاف سے احکام اسلام کے تحت کسی اپنے ماحول کے بیت المال میں اور اپنے اوقاف میں مال زکوٰۃ جمع کرکے اسکا ماحول کے

مستحقین کو پہنچائیں۔ اور فقراء صبر و قناعت سے خرچ کر کے گداگری کی لعنت سے دُور رہیں۔ سوال و الحاح کا استیصال خود بخود ہو جائے گا۔ امیروں کا فرض ہے کہ کسی طرح مفلس اور محتاج لوگوں کی حقارت نکریں۔ ان کے ساتھ مساویانہ سلوک کریں۔ اُمید ہے کہ مذموم گداگری سے ہماری قوم کے افراد کو نجات ملے گی۔

گداگری لعنت ہے!

بعض مسلمانوں نے گداگری کو پیشہ بنا لیا ہے، اور شب و روز انتہائی بے شرمی اور دُور از حیا، بے غیرتی کے ساتھ کوچہ و بازار میں دروں اور گھروں میں دستِ سوال دراز کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے کئی خاندان اپنی اولاد کو مانگنے کی ٹرینگ دیتے ہیں۔ مگر یہ سب نتائج خیرات و خود پسندی اور ریاکارانہ سخاوت زکوٰۃ کے غلط اور بے جا استعمال، اسلام کی خلاف ورزی اور موقع و محل کے نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ اس خرابی کا علاج صدقات، خیرات و زکوٰۃ بر محل اور احکام اسلام کے موافق خرچ کیا جانا ہے۔ افسوس ہے کہ خیرات دینے اور خرچنے کا اسلامی طریقہ یورپ اور امریکہ میں مروج ہے۔ وہاں لاکھوں کنجوس بھی ہیں اور لاکھوں فیاض اپنی گرجاؤں اور اپنی انجمنوں میں خیرات فنڈ جمع کرتے ہیں۔ اطراف عالم میں اشاعت عیسائیت کیلئے مشن بھیجتے ہیں۔ صنعت و حرفت کے کارخانے، شفاخانے اور ہوسٹل قائم کرکے لوگوں میں عیسائیت کی عظمت بٹھا کر مائل کرتے ہیں۔ سکولوں اور کالجوں کے ذریعہ لوگوں میں اپنی قومی عزت کی دھاک بٹھاتے ہیں۔ اسکے برعکس مسلمانوں کو زکوٰۃ و صدقات ادا کرنے میں کوئی طریقہ نہیں ہے۔ چاہیئے کہ یہ احساس

پیدا کرکے قومی مفاد کے پیش نظر بیت المال یا وقفی ادارہ یا کسی اسلامی ادارہ
کے ذریعہ سے مفید کاموں میں یہ مال صرف کرتے اور مستحقین کو پہنچاتے۔
مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ وہ زکوٰۃ دیں۔ اسی طرح رسول اللہ صلعم کو
بھی حکم تھا کہ زکوٰۃ وصول کریں۔
خُذ مِنْ اَموالِھِم صَدَقَۃ

مصارف زکوٰۃ کے بیان میں وَالعَامِلِینَ عَلَیہا

کا لفظ آیا ہے یعنے زکوٰۃ وصول کرنے والوں کی جماعت ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ
کے لئے قواعد و ضوابط ہیں۔ زکوٰۃ اللہ کے اور رسولؐ کے احکام کے موجب مقررہ قواعد
کے تحت ادا کرنی ہے۔ صاحب زکوٰۃ کی ذاتی چاہت کو اس میں دخل نہیں ہے جیسا
کہ پہلے بھی بیان ہو چکا۔ ظاہر ہے کہ گدا صورت مسکین انسانوں کو مدد کرنا فرض ہے، لیکن مسکین
و فقیر و محتاج کی شناخت ایک بڑا کام ہے۔ اس لئے بہتر صورت جو ہم ذیل میں
عرض کرتے ہیں۔ بروئے عمل لائی جائے۔ تاکہ یہ "زکوٰۃ" اسلامی مقاصد میں خرچ ہو کر
صاحب زکوٰۃ بھی عند اللہ بری الذمہ ہو جائے۔

انجمن تبلیغ الاسلام اور دیگر اسلام سمجھنے والی جماعتوں کی تجویز ہے کہ سرینگر
کے صاحب توفیق مالدار مسلمان اس تجویز پر نہ صرف سوچیں بلکہ عمل کریں۔
"یہ کہ سردست سرینگر میں ایک بیت المال قائم کیا جائے جس میں بحیثیت
ممبران و عہدہ داران ہر ایک انجمن کا ایک ایک ممبر لیا جائے۔ پوری زکوٰۃ ادا کرنے
والے مالداروں کی بھی ایک کمیٹی اس بیت المال کے ساتھ شامل رہے۔ اور نگرانی کرے۔"
اسی مجوزہ بیت المال میں ہر طرف سے مال زکوٰۃ جمع کیا جائے۔ تمام فقراء و مساکین کو
اسی ایک مرکز پر بھیجا جائے۔ تاکہ گداگری کا ذلیل پیشہ اس ملک میں بند ہو جائے۔

مستحقین کو پرکھ کر زکوٰۃ کا پیسہ پہنچا دیا جائیگا۔ انجمنوں ہی کے ذریعہ سے فقرو مساکین کے علاوہ اسلامی مقاصد، تعلیم دین، تبلیغ و تحفظ اسلام، امداد یتامیٰ و ایامیٰ میں دیکھ بھال کر یہ زکوٰۃ فنڈ، صدقات فنڈ خرچ کیا جائے۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔

قصبات کے اہل خیر مسلمانوں کو ہمارا یہی مشورہ ہے کہ وہ بھی اسی طرح اپنے اپنے مقامات پر یہی طریقہ رائج کریں۔ تاکہ فریضہ زکوٰۃ ایک اسلامی طرز پر ادا بھی ہو جائے۔ اور حقیقی عاجزوں، محتاجوں کے دامن بھی ایسے بھر دئے جائے کہ وہ آئندہ کے لئے اس ذلیل پیشہ گداگری سے آزاد ہو جائیں۔ اور ہمارے ملک میں کام کرنے والے ادارے بھی کسی اچھی نگرانی میں زکوٰۃ فنڈ سے مفید ملک و ملت کیلئے کام کرسکیں۔

سردست تبلیغ اسلام کی یہی اپیل ہے کہ رسالہ ہذا میں جو ہدایات و مسائل اسلام، زکوٰۃ و صدقہ فطر ادا ہونے کے متعلق پیش کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔

(عبدالاحد جامعی)

صدقہ فطر و زکوٰۃ فطر

ماہ مبارک رمضان فضائل و برکات اور حصول اجر و ثواب کا بہترین موقعہ ہے۔ ہر سال رحمت و مغفرت لیکر آتا ہے۔ اس کا ایک خاص عمل صدقہ فطر کا ادا کرنا ہے۔ تاکہ محتاجوں اور فقیروں اور اسیروں کا چارہ بنے۔

نماز عید سے پہلے پہلے ادا کرنا ہے۔ ارشاد نبوی ہے:-

مَنْ اَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلٰوۃِ فَهِیَ زَكٰوۃٌ مَقْبُولَۃٌ وَمَنْ اَدَّاهَا بَعْدَ الصَّلٰوۃِ فَهِیَ صَدَقَۃٌ ۱۲	جس نے نماز سے پہلے ادا کیا اس کے لئے صدقہ مقبول ہے۔ جس نے بعد نماز ادا کیا اس کے لئے محض صدقہ ہے۔
اَمَرَ بِهَا اَنْ تُؤَدّٰى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَى الصَّلٰوۃِ	لوگوں کے نماز عید کو نکلنے سے پہلے اس کے ادا کرنے کا آپؐ نے حکم دیا ہے۔

ہمارے ملک میں گیہوں دو سیر یا اس کی قیمت کا اور کوئی غلہ یا اس کی قیمت ادا کرنے سے اس کی ادائیگی ہوتی ہے۔

(مسئلہ) خانہ دار کا مالک نصاب ہونا ضروری ہے تو گھر کے ہر ایک ممبر کی طرف سے مذکورہ حساب کے مطابق صدقہ فطر ادا کیا جائے۔

اس صدقہ کے حقدار رسالہ زکوٰۃ اور رسالہ پیغام عید الفطر میں بیان ہو چکے ہیں۔ مسکین و محتاج سب سے مقدم ہے۔ امام مسجد ہی اگر مستحق اور غیر مالک نصاب ہے۔ اس کو دینا بھی جائز ہے۔

نوٹ:- یہ رسالہ مسئلہ زکوٰۃ انجمن تبلیغ الاسلام کے تعلیمی اور تبلیغی رسالہ کا نمبر ۲۷ رسالہ ہے۔ اس اشاعتی کام میں مالی امداد کرنا آپ کا اسلامی اور اہم فرض ہے۔

(جامعی)

لوز محمدی پریس